سید منظور الحسن

زنا بالجبر کی سزا کے بارے میں فقہا کا موقف

[ڈاکٹر محمد مشتاق اور جناب حسن الیاس کی بحث کے تناظر میں]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

زنا بالجبر یا زنا بالاکراہ کے بارے میں ہمارے فقہا کا عمومی موقف یہ ہے کہ یہ زنا ہی کی ایک قسم ہے اور اس کے لیے شریعت میں وہی سزا ہے جو اس کی ایک دوسری قسم زنا بالرضا کے لیے مقرر ہے۔ چنانچہ یہ زنا بالرضا ہی کی طرح مستوجب حد ہے جس کی شرعی سزا سورۂ نور (۲۴) کی آیت ۲ کے مطابق سو کوڑے ہے۔ تاہم، یہ سزا اس کے غیر شادی شدہ مرتکب کے لیے ہے۔ جہاں تک شادی شدہ مجرم کا تعلق ہے تو زنا بالرضا ہو یا زنا بالجبر، ہر دو صورتوں میں اُس کے لیے رجم، یعنی سنگ ساری کی سزا ہے۔ سو کوڑے کی طرح یہ بھی شرعی حد ہے جو سنت متواترہ سے ثابت ہے۔ حدود کی یہ سزائیں زنا بالرضا کے دونوں فریقین کے لیے ہیں، البتہ زنا بالجبر میں ان کا مستحق صرف جبر کرنے والا فریق ہے، جبر کا شکار ہونے والا فریق ان سے مستثنیٰ ہے۔ زنا بالجبر کے ثبوت کا معیار چار مسلمان مرد گواہوں کی عینی شہادت ہے۔ بعینہٖ یہی معیار زنا بالرضا کے ثبوت کے لیے بھی ہے۔ چار چشم دید مسلمان گواہ اگر میسر ہوں تو کوڑے یا رجم کی حد کا نفاذ ہوگا، بصورت دیگر یہ حدود نافذ نہیں کیے جائیں گے۔ اس سے واضح ہے کہ ثبوت جرم اور نفاذ حدود کے اعتبار سے زنا بالجبر اور زنا بالرضا میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جو معیارات ثبوت اور جو شرعی حدود زنا بالرضا کے لیے قائم ہیں، وہی زنا بالجبر کے لیے بھی مقرر ہیں۔

زنا بالجبر اور اس کی سزا کے حوالے سے یہ فقہا کا عمومی موقف ہے۔ دور حاضر میں فقہ حنفی کے جید عالم دین مولانا

مفتی تقی عثمانی نے پاکستان میں حدود آرڈیننس کی بحث کے تناظر میں اسے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''۱۔قرآن کریم نے سورۂ نور کی دوسری آیت میں زنا کی حد بیان فرمائی ہے:

اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ. (النور۲)

''جو عورت زنا کرے، اور جو مرد زنا کرے، ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔''

اس آیت میں زنا کا لفظ مطلق ہے جو ہر قسم کے زنا کو شامل ہے، اس میں رضا مندی سے کیا ہوا زنا بھی داخل ہے، اور زبردستی کیا ہوا زنا بھی۔ بلکہ یہ عقلِ عام (Common Sense) کی بات ہے کہ زنا بالجبر کا جرم رضا مندی سے کیے ہوئے زنا سے زیادہ سنگین جرم ہے، لہٰذا اگر رضا مندی کی صورت میں یہ حد عائد ہو رہی ہے تو جبر کی صورت میں اس کا اطلاق اور زیادہ قوت کے ساتھ ہو گا۔

اگرچہ اس آیت میں زنا کرنے والی عورت کا بھی ذکر ہے، لیکن خود سورۂ نور ہی میں آگے چل کر اُن خواتین کو سزا سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے جن کے ساتھ زبردستی کی گئی ہو، چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وَمَنْ یُّکْرِھْھُّنَّ فَاِنَّ اللّٰہَ مِنْۢ بَعْدِ اِکْرَاھِھِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (النور۳۳)

''اور جو ان خواتین پر زبردستی کرے تو اللہ تعالیٰ ان کی زبردستی کے بعد (ان خواتین) کو بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔''

www.javedahmadghamidi.com

اس سے واضح ہو گیا کہ جس عورت کے ساتھ زبردستی ہوئی ہو، اسے سزا نہیں دی جا سکتی، البتہ جس نے اس کے ساتھ زبردستی کی ہے، اس کے بارے میں زنا کی وہ حد جو سورۂ نور کی آیت نمبر۲ میں بیان کی گئی تھی، پوری طرح نافذ رہے گی۔

۲۔سو کوڑوں کی مذکورہ بالا سزا غیر شادی شدہ اشخاص کے لیے ہے، سنت متواترہ نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اگر مجرم شادی شدہ ہو تو اسے سنگ سار کیا جائے گا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگ ساری کی یہ حد جس طرح رضا مندی سے کیے ہوئے زنا پر جاری فرمائی، اسی طرح زنا بالجبر پر بھی جاری فرمائی۔.....لہٰذا قرآن کریم، سنت نبویہ علیٰ صاحبہا السلام اور خلفاء راشدین کے فیصلوں سے یہ بات کسی شبہہ کے بغیر ثابت ہے کہ زنا کی حد جس طرح رضا مندی کی صورت میں لازم ہے، اسی طرح زنا بالجبر کی صورت میں بھی لازم ہے، اور یہ کہنے کا کوئی جواز نہیں ہے کہ قرآن وسنت نے زنا کی جو حد (شرعی سزا) مقرر کی ہے وہ صرف رضا مندی کی صورت میں لاگو ہوتی ہے، جبر کی صورت میں اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔'' (حدود آرڈیننس ایک علمی جائزہ ۲۲-۲۳)

''حدود آرڈیننس میں احکام یہ تھے کہ اگر زنا پر شرعی اصول کے مطابق چار گواہ موجود ہوں تو آرڈیننس کی دفعہ

کے تحت مجرم پر زنا کی حد (شرعی سزا) جاری ہوگی۔'' (حدود آرڈیننس ایک علمی جائزہ ۲۶)

فقہا کے اس موقف سے یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ حدود شریعت میں زنا بالرضا اور زنا بالجبر کے جرائم، اُن کے ثبوت اور اُن کی سزا میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ چنانچہ اگر کوئی غیر شادی شدہ شخص کسی خاتون، کسی لڑکی یا کسی کم سن بچی کے ساتھ جبراً فعل شنیع کا ارتکاب کرتا ہے اور اُس کا یہ جرم چار مسلمان گواہوں کی عینی شہادت سے پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتا ہے تو اس پر شرعی حدود کے مطابق سو کوڑے کی سزا نافذ ہوگی۔

استاذ گرامی جناب جاوید احمد غامدی کے نزدیک یہ موقف شریعت اسلامی کی صحیح تعبیر پر مبنی نہیں ہے۔ اس میں نوعیت جرم، معیار ثبوت اور نفاذ حدود، تینوں اعتبارات سے بعض ایسے اسقام ہیں کہ جن کی موجودگی میں شریعت کا منشا و مقصود کماحقہٗ حاصل نہیں ہوسکتا۔ استاذ گرامی کی یہی وہ تنقید ہے کہ جس کے بعض پہلوؤں کو ادارۂ علم و تحقیق المورد کے اسکالر برادرم حسن الیاس نے اپنی ایک حالیہ تحریر میں نمایاں کیا ہے۔ اس میں انھوں نے قصور کی سات سالہ معصوم زینب سے زیادتی اور قتل کے اندوہ ناک واقعے کے حوالے سے یہ بیان کیا ہے کہ اگر زینب زندہ بچ جاتی اور اس کے ساتھ زیادتی کا جرم چار گواہوں کی شہادت سے ثابت ہو جاتا تو ہماری فقہ کے مطابق مجرم پر وہی سو کوڑے کی حد نافذ کی جاتی جو زنا بالرضا کے مجرم کے لیے مقرر ہے۔ ''اگر زینب زندہ ہوتی'' کے زیر عنوان یہ تحریر ایک محاکاتی المیہ ہے جس میں مکالمے کی صورت میں فقہی موقف کے بعض اسقام کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

حسن الیاس صاحب نے اس بحث کو جس موقع پر اٹھایا ہے اور اس کے لیے جو پیرایۂ بیان اختیار کیا ہے، اس پر یقیناً دو رائیں ہوسکتی ہیں، لیکن جہاں تک اس کی سماجی حساسیت اور علمی ضرورت کا تعلق ہے تو دین کے سنجیدہ طالب علموں کے لیے اس سے مفر ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے اس تحریر کا غیر معمولی نوٹس لیا ہے اور اس پر اپنے اتفاق و اختلاف اور تحسین و تنقید کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ اس ضمن میں سب سے نمایاں بحث انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے فاضل استاد اور ہمارے برادر مکرم ڈاکٹر محمد مشتاق صاحب کی طرف سے سامنے آئی ہے۔ ''فقہ اور اصول فقہ کے متعلق جہل مرکب کا شاہ کار'' اور ''جنسی تشدد زنا کی قسم نہیں ہے'' کے زیر عنوان انھوں نے اپنے ابتدائی مضامین میں حسن صاحب کے تمام مقدمات کی تغلیط کی ہے اور اس بات پر اصرار کیا ہے کہ وہ فقہا کے نقطۂ نظر کو سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔

برادرم مشتاق صاحب نے نقد و جرح کے لیے بالعموم طنز و تعریض اور تنقیص و تضحیک کا پیرایہ اختیار کیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اُن کے علمی مرتبے کے شایان شان نہیں ہے۔ اُن کا تعارف علوم اسلامی کے ایک معلم، فقہ حنفی کے ایک

ماہر اور دین کے ایک مخلص داعی کا ہے۔ یہ تعارف عامیانہ کے بجاے عالمانہ اسلوب کلام کا تقاضا کرتا ہے۔ بہرحال، اس سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر اُن کی تحریروں کے نفس مضمون کا جائزہ لیا جائے تو انھوں نے یہ بیان کیا ہے کہ فقہا کے نزدیک زنا بالجبر، زنا کا جرم ہی نہیں ہے، یہ جنسی تشدد کی ایک قسم ہے جس میں اکراہ شامل ہے۔ اس اعتبار سے یہ فساد کا جرم ہے۔ ربا اور دیگر متعدد جرائم کی طرح اس کی سزا بھی قرآن مجید نے مقرر نہیں کی۔ اس لیے فقہا اسے شرعی حدود کے تحت نہیں، بلکہ سیاستہ شریعۃ کے تحت زیر بحث لاتے ہیں۔ وہ اس کے ثبوت کے لیے اقرار یا شہادت کو ضروری قرار نہیں دیتے، بلکہ حالات وقرائن ہی کی بنا پر اسے ثابت مانتے ہیں۔ جہاں تک اس کی سزا کا تعلق ہے تو فقہا اس پر حدود، یعنی سو کوڑے یا رجم کی سزائیں نافذ نہیں کرتے۔ ان کے بجاے وہ قاضی یا حکمران کو یہ حق دیتے ہیں کہ اپنی صواب دید کے مطابق جو چاہے، سخت سے سخت سزا نافذ کرے۔ جرم کی شدت اور شناعت کے لحاظ سے یہ موت کی سزا بھی ہو سکتی ہے۔ مشتاق صاحب کے مضامین کے درج ذیل مقامات اسی موقف کو واضح کرتے ہیں:

> ''.....(امام سرخسی کی کتاب المبسوط کے مطابق) فساد کے جرم پر عبرت ناک طریقے سے سزاے موت دینے کا اختیار حکمران اور قاضی کے پاس ہے اور اس کے ثبوت کے لیے اقرار یا گواہی ضروری نہیں، بلکہ قرائن بھی کافی ہوتے ہیں۔
>
> .....فقہ کی رو سے بچی پر تشدد کی بدترین قسم کا ارتکاب کیا گیا ہے جس پر فقہی قواعد کی رو سے حدود اور قصاص کے بجاے فقہی تصور ''سیاسہ'' کا اطلاق ہوتا ہے اور اس وجہ سے اس شنیع ترین جرم کا ارتکاب کرنے والے بدبخت کو بدترین سزا دینا لازم ہے۔
>
> .....اس معصوم بچی کے ساتھ پیش آیا ہوا واقعہ حدِ زنا کا مسئلہ ہے ہی نہیں، بلکہ یہ فساد کی بدترین قسم ہے جس کے لیے فقہاے کرام ''سیاسہ'' کے تصور کی رو سے قاضی کے لیے یہ اختیار مانتے ہیں کہ وہ قرائن اور جدید ترین ذرائع سے میسر آنے والے ثبوتوں کی روشنی میں مجرم کو ایسی عبرت ناک سزا دے کہ پھر کسی کو اس طرح کے جرم کے ارتکاب کی جرأت ہی نہ ہو سکے۔
>
> .....جنسی تشدد زنا کی قسم نہیں ہے، نہ ہی اس کے لیے معیار ثبوت زنا کا ہے۔
>
> .....فقہاے کرام کی ساری بحث باہمی رضامندی سے کیے جانے والے زنا سے متعلق ہے۔ اکراہ کا ذکر اس میں دیگر اثرات کا جائزہ لینے کے لیے آیا ہے۔
>
> .....جب جنسی تشدد کا جرم زنا کے جرم سے الگ جرم ہے، اور اس پر سیاسہ کے اصول کا اطلاق ہوتا ہے تو پھر اس کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کی شرط بھی ضروری نہیں ہے، اور اس کی سزا بھی سو کوڑے یا رجم کے علاوہ کچھ اور شکل

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اختیار کر سکتی ہے۔ (دلیل ڈاٹ پی کے)

مشتاق صاحب کے اس فہم پر حسن الیاس صاحب نے اپنی تحریر و تقریر کے ذریعے سے اس بات پر اصرار کیا ہے کہ اس موقف کو فقہا سے منسوب کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے، فقہا کا موقف وہی ہے جس کی عکاسی انھوں نے اپنے ابتدائی مضمون میں کی ہے۔ اپنی بات کی دلیل کے طور پر انھوں نے امام ابن عبدالبر اور امام سرخسی کے درج ذیل اقتباسات کو بھی پیش کیا ہے:

''علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زبردستی اور جبراً زنا کرنے والا موجب حد ہے، اگر اس پر گواہیاں پیش کر دی جائیں، وہ گواہیاں جو حد کو لازم کرتی ہیں۔ یا پھر وہ آدمی خود اس کا اقرار کر لے۔'' (ابن عبدالبر، الاستذکار ۷/ ۱۴۶)

''جب گواہ اس بات پر قائم ہو جائیں کہ اس مرد نے اس خاتون کو مجبور کر کے اس کے ساتھ واقعتاً زنا کیا ہے تو اس مرد کو حد لگائی جائے گی۔ عورت کو نہیں لگائی جائے گی۔'' (السرخسی، المبسوط ۹/ ۵۴)''

(دلیل ڈاٹ پی کے، فیس بک)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اس بحث و مکالمے کے ضمن میں میری طالب علمانہ رائے یہ ہے کہ مشتاق صاحب نے زنا بالجبر کی سزا کے حوالے سے جو بات فقہا کی نسبت سے بیان کی ہے، اُسے کسی طرح بھی فقہا کے موقف کی ترجمانی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مزید برآں اس سے اُن اعتراضات کی تردید بھی نہیں ہوتی جو حسن الیاس صاحب نے اپنے مضمون میں اٹھائے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ طرفہ تماشا ہے کہ زنا بالجبر کو زنا سے الگ کرنے، اسے فساد قرار دینے، اسے چار گواہوں کے بجاے حالات و قرائن سے ثابت ماننے اور مجرم کے لیے قتل تک کی عبرت ناک سزا مقرر کرنے کا جو نقطۂ نظر انھوں نے جوابی طور پر پیش کیا ہے، وہ نتائج کے اعتبار سے فقہا کے بجاے مدرسۂ فراہی کے موقف کے زیادہ قریب ہے۔ اس لیے ان تحریروں کے مطالعے سے بظاہر یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ ان میں حسن الیاس صاحب کے نقد کی تائید کی گئی ہے، مگر اس کے لیے تردید کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے، اور فقہا کے موقف کی تردید کی گئی ہے، مگر اس کے لیے تائید کا پیرایہ اختیار کیا گیا ہے۔

یہ تاثر کیسے قائم ہوتا ہے، اس کو دو سوالوں کے جواب میں آرا کے تقابل سے بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

پہلا سوال یہ ہے کہ کیا فقہا زنا بالجبر کو زنا بالرضا سے الگ جرم تصور کرتے ہیں؟

حسن الیاس صاحب کے فہم کے مطابق اس کا جواب نفی میں ہے۔ یعنی وہ ان دونوں کو اصلاً ایک ہی نوعیت کا جرم گردانتے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ تحریر میں انھوں نے لکھا ہے:

''فقہ اسلامی کی روشنی میں زنا بالجبر، زنا کے علاوہ کوئی الگ جرم نہیں ہے، زنا زنا ہی ہوتا ہے، چاہے جبراً ہو یا مشاورت سے۔''

مفتی تقی عثمانی صاحب کے درج ذیل بیان سے یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''(سورۂ نور کی) اس آیت میں زنا کا لفظ مطلق ہے جو ہر قسم کے زنا کو شامل ہے، اس میں رضامندی سے کیا ہوا زنا بھی داخل ہے، اور زبردستی کیا ہوا زنا بھی۔''

مشتاق صاحب اس کی واضح تردید کرتے ہیں۔ اپنے مضامین میں مختلف مقامات پر انھوں نے لکھا ہے:

''زنا بالجبر زنا کی قسم نہیں، بلکہ جنسی تشدد کی قسم ہے، اکراہ کی قسم ہے۔''

''جنسی تشدد کا جرم زنا کے جرم سے الگ جرم ہے۔''

''بچی کے ساتھ کی گئی زیادتی فقہ کی رو سے زنا کی تعریف میں ہی نہیں آتی۔''

دوسرا سوال یہ ہے کہ زنا بالجبر کی صورت میں اگر حد کے شرائط پورے ہوں تو کیا اس صورت میں فقہا کے نزدیک حد نافذ ہوگی؟

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حسن الیاس صاحب کے مضمون میں اس کا جواب اثبات میں ہے:

''فقہ اسلامی اور شریعت اسلامی کی روشنی میں زینب کے ساتھ زنا کے مجرم کو (سورۂ نور کی مقرر کردہ حد، یعنی) سو کوڑے مارنے کی سزا سنائی جاتی ہے۔''

مفتی تقی عثمانی صاحب کے درج ذیل الفاظ سے بھی یہی بات سمجھ میں آتی ہے:

''جس عورت کے ساتھ زبردستی ہوئی ہو، اسے سزا نہیں دی جا سکتی، البتہ جس نے اس کے ساتھ زبردستی کی ہے، اس کے بارے میں زنا کی (سو کوڑے کی) وہ حد جو سورۂ نور کی آیت نمبر۲ میں بیان کی گئی تھی، پوری طرح نافذ رہے گی... قرآن کریم، سنت نبویہ علی صاحبہا السلام اور خلفاء راشدین کے فیصلوں سے یہ بات کسی شبہہ کے بغیر ثابت ہے کہ زنا کی حد جس طرح رضامندی کی صورت میں لازم ہے، اسی طرح زنا بالجبر کی صورت میں بھی لازم ہے۔''

مگر مشتاق صاحب کا بیان اس کے برعکس ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''جب جنسی تشدد کا جرم زنا کے جرم سے الگ جرم ہے اور اس پر سیاسہ کے اصول کا اطلاق ہوتا ہے تو پھر اس کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کی شرط بھی ضروری نہیں ہے اور اس کی سزا بھی سو کوڑے یا رجم کے علاوہ کچھ اور شکل اختیار کر سکتی ہے۔''

''اس معصوم بچی کے ساتھ پیش آیا ہوا واقعہ حد زنا کا مسئلہ ہے ہی نہیں، بلکہ یہ فساد کی بدترین قسم ہے، جس کے

لیے فقہائے کرام سیاسہ کے تصور کی رو سے قاضی کے لیے یہ اختیار مانتے ہیں کہ وہ قرائن اور جدید ترین ذرائع سے میسر آنے والے ثبوتوں کی روشنی میں مجرم کو ایسی عبرت ناک سزا دے کہ پھر کسی کو اس طرح کے جرم کے ارتکاب کی جرأت ہی نہ ہو سکے۔''

اس تقابل سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ زنا بالجبر کے حوالے سے فقہا کا موقف وہی ہے جسے حسن الیاس صاحب نے سمجھا ہے اور جو مفتی تقی عثمانی صاحب کے اقتباسات سے ثابت ہے۔ یہی موقف پاکستان میں فقہ حنفی کے نمایندہ علما کا متفقہ موقف ہے۔ ۲۰۰۶ء میں حقوق نسواں بل کی بحث کے موقع پر مفتی تقی عثمانی، مولانا زاہدالراشدی، مفتی منیب الرحمٰن، قاری حنیف جالندھری، مولانا حسن جان، ڈاکٹر سرفراز نعیمی اور بعض دیگر علما نے یہ موقف ان الفاظ میں بیان کیا تھا:

''زنا بالجبر اگر حد کی شرائط کے ساتھ ثابت ہو جائے تو اس پر حد زنا جاری کی جائے گی۔''

(ماہنامہ الشریعہ، اکتوبر ۲۰۰۶ء)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اس جملے کے معنی یہ ہیں کہ یہ علما: ۱۔ زنا بالجبر کی اصطلاح کو قبول کرتے ہیں؛ ۲۔ اسے زنا ہی کی ایک صورت تصور کرتے ہیں؛ ۳۔ اس کے ثبوت کے لیے حد ہی کی شرائط یعنی مجرم کے اقرار یا چار مسلمان گواہوں کی شہادت کو تسلیم کرتے ہیں اور ۴۔ اس پر زنا (بالرضا) ہی کی حد یعنی سو کوڑے یا رجم کی سزا نافذ کرتے ہیں۔

چنانچہ علما و فقہا کے اس موقف اور مشتاق صاحب کی رائے کا اگر تقابلی تجزیہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ:

فقہ حنفی کے اکابرین یہ کہتے ہیں کہ زنا بالجبر زنا ہی کی ایک صورت ہے، جب کہ مشتاق صاحب کہتے ہیں کہ زنا بالجبر زنا کی قسم نہیں ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ یہ حدود کے دائرے کا جرم ہے، جب کہ مشتاق صاحب کہتے ہیں کہ یہ حدود کے دائرے کا نہیں، بلکہ سیاسہ کے دائرے کا جرم ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ یہ جرم مجرم کے اقرار یا چار مسلمان گواہوں کی شہادت سے ثابت ہوگا، جب کہ مشتاق صاحب کہتے ہیں کہ یہ حالات و قرائن سے ثابت ہوگا۔

وہ کہتے ہیں کہ اس پر زنا (بالرضا) ہی کی حد، یعنی سو کوڑے یا رجم کی سزا نافذ ہوگی، مشتاق صاحب کہتے ہیں کہ نہیں اس پر سو کوڑے یا رجم کی سزا کے علاوہ کوئی اور سزا نافذ ہوگی۔

اگر صورت معاملہ یہی ہے تو پھر یہ کوئی بہت بڑا مغالطہ ہے جس کا شکار مشتاق صاحب ہوئے ہیں یا بصورت دیگر

قارئین کا حد درجہ سوءفہم ہے کہ وہ مشتاق صاحب کی بات کا مفہوم اُن کے مدعا کے برعکس سمجھ رہے ہیں۔ بہر حال اس الجھن کو سلجھانا اب مشتاق صاحب ہی کی ذمہ داری ہے۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ اگر ہمارا اور قارئین کا فہم درست ہے تو مشتاق صاحب کو کوئی خلط مبحث پیدا کیے بغیر پوری وضاحت سے یہ بیان کرنا چاہیے کہ فقہا کا عمومی موقف تو وہی ہے جو حسن الیاس صاحب نے سمجھا ہے، مگر وہ اُس سے قطع نظر کرتے ہوئے اپنے علم و تحقیق اور اپنے دلائل کی بنیاد پر اس مسئلے کو مختلف زاویۂ نظر سے دیکھتے ہیں۔ لیکن اگر اُن کے نزدیک ایسا نہیں ہے تو پھر اُن کو اپنی بات ثابت کرنے کے لیے توضیح و تنقیح کے کچھ مزید مراحل سے گزرنا چاہیے۔ اس ضمن میں دو نہایت سادہ سوالوں پر اُن کے متعین اور مختصر جواب نہ صرف اُس تناقض اور ابہام کو دور کر سکتے ہیں جو بادی النظر میں اُن کی تحریروں سے پیدا ہو رہا ہے، بلکہ باہمی ابلاغ مدعا میں بھی معاون ہو سکتے ہیں۔ سوال یہ ہیں:

۱۔ حسن الیاس صاحب کی مفروضہ صورت کے مطابق اگر زینب کو کسی غیر شادی شدہ شخص نے ظلم کا نشانہ بنا کر قتل کیے بغیر چھوڑ دیا ہوتا اور چار چشم دید گواہ زنا بالجبر کی شہادت دے دیتے تو فقہا کے موقف کے مطابق اس جرم کو کس لفظ یا اصطلاح سے تعبیر کیا جاتا اور مجرم پر کون سی سزا نافذ کی جاتی؟

۲۔ فقہا کا مختار موقف اگر وہی ہے جسے مشتاق صاحب نے سیاسہ کے زیر عنوان بیان کیا ہے اور جس کے مطابق زبردستی کیے گئے زنا پر نہ زنا کا اطلاق ہوتا ہے اور نہ اس کے حدود کا تو پھر وہ موقف کس کا ہے جو مفتی تقی عثمانی، مولانا زاہد الراشدی، مفتی منیب الرحمٰن اور بعض دیگر جید حنفی علما کے حوالے سے اوپر نقل ہوا ہے اور جس کے مطابق زبردستی کیے گئے زنا پر زنا اور اس کے حدود ہی کا اطلاق ہوتا ہے؟

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com